© rasailojaraid.com

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ قسط نمبر ۱۲ ترجمہ مولانا سیف الرحمٰن الفلاح بی۔ اے

شرک کی تمام اقسام کی عام ممانعت

حضرت خضرؑ کی موت پر دلائل

صحیح بات یہی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ چنانچہ محققین اہل علم اسی کے قائل ہیں۔ نیز انھوں نے زمانۂ اسلام نہیں پایا۔ کیونکہ اگر وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مسعود میں زندہ ہوتے تو ان پر واجب تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے اور آپ کے ساتھ جنگ و جدال میں شرکت کرتے جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مسلمانوں پر اللہ نے واجب کیا تھا۔ مزید برآں وہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں تھے ان کا صحابہ کرام کے ساتھ مل کر جہاد کرنا اور دینی امور میں ان کی اعانت کرنا زیادہ اہم تھا بہ نسبت اس کے کہ وہ کافر قوم کے پاس جاتے اور ان کی کشتی کو توڑتے نیز امت محمدیہ کے لوگوں سے مخفی نہ رہتے۔ حالانکہ وہ مشرک قوم میں رہتے تھے پھر بھی ان سے مخفی نہیں رہے۔

اس پر مستزاد یہ کہ مسلمانوں کو ان سے اور ان جیسے دیگر لوگوں سے دین و دنیا میں کوئی حاجت نہیں۔ کیونکہ انھوں نے اپنے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دین سیکھا۔ جنھوں نے ان کو کتاب و سنت کی تعلیم دی اور ان کو تبلایا۔

لَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا ثُمَّ اتَّبَعْتُمُوْهُ وَتَرَكْتُمُوْنِيْ لَضَلَلْتُمْ[1]

آج، اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور تم مجھے چھوڑ کر اس کے پیروکار ہو جاتے تو تم ضلالت کے گڑھے میں جا گرتے۔

جب حضرت عیسیٰؑ بن مریم آسمان سے نازل ہوں گے تو وہ امت محمدیہ میں اللہ کی کتاب

---

[1] مشکوٰۃ جلد ا ص ۳۲ بحوالہ دارمی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور نبی اکرم علیہ الصلاۃ والسلام کی سنت کے مطابق فیصلے کریں گے تو ان حالات میں خضرؑ وغیرہ کی طرف رجوع کرنے کی انھیں کیا ضرورت ہے؟ مزید برآں نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی امت کو بتلایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور امت محمدیہ کے مسلمانوں کے پاس آئیں گے۔ نیز فرمایا وہ امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے جس کے ابتدا میں میں ہوں اور آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے؟ جب دونوں نبی جو کریم ہیں جو حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت نوحؑ کے ساتھ افضل الرسل ہیں۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو اولاد آدم میں سب کے سردار ہیں اپنی امت سے مخفی نہیں رہے نہ عوام سے اور نہ خواص سے تو جو شخص ان کے برابر مرتبہ نہیں رکھتا بلکہ کم درجے کا ہے تو وہ کیسے مخفی رہ سکتا ہے۔ اگر حضرت خضرؑ زندہ ہیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق ذکر کیوں نہیں کیا اور خلفائے راشدین اور امت کے دیگر لوگوں کو ان کی خبر کیوں نہیں دی۔

قائل کا یہ کہنا کہ وہ اولیاء کے نقیب ہیں۔ تو ہم اس سے یہ سوال کرتے ہیں کہ نقابت کے مرتبہ پر ان کو کس نے مامور کیا؟ حالانکہ اولیاء میں سے سب سے افضل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام تھے مگر ان میں حضرت خضرؑ نہیں تھے۔ عام لوگ ان کے متعلق جو واقعات بیان کرتے ہیں ان میں سے کچھ واقعات قطعاً بے بنیاد اور غلط ہیں اور کچھ واقعات کا دارومدار ایک ظنی بات پر ہے جیسے کسی شخص نے کسی اجنبی آدمی کو دیکھا اور اس کے متعلق یہ رائے قائم کی کہ یہ حضرت خضرؑ ہیں۔ چنانچہ اس نے اپنی رائے سے یہ کہنا شروع کر دیا کہ میں نے حضرت خضرؑ کو دیکھا ہے۔ جیسے رافضی شیعہ جب کسی آدمی کو دیکھتے ہیں تو اسے امام منتظر معصوم تصور کرتے ہیں اور اس کا دعویٰ کرتے ہیں۔

امام احمدؒ سے مروی ہے کہ ان کے پاس حضرت خضرؑ کا ذکر کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ جو شخص تجھے ایک غائب انسان کی طرف متوجہ کرتا ہے اس نے تیرے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ یہ (حضرت خضرؑ کے واقعات) ان کی زبانوں پر شیطان لایا ہے۔ ہم نے اس مسئلہ کی کسی دوسرے مقام پر خوب وضاحت کی ہے۔

قائل کا یہ کہنا کہ غوث قطب ایک شخص ہوتا ہے جو اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے افضل ہوتا ہے اور اپنے زمانے میں صرف ایک ہوتا ہے تو یہ ممکن ہے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ ایک زمانہ میں دو شخص یا تین چار فضیلت میں مساوی ہوں۔ یہ بات پورے وثوق سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں کہی جا سکتی کہ ہر زمانہ میں تمام لوگوں میں سے ایک ہی آدمی افضل ہو۔ لیبا اوقات ایک جماعت بھی افضل ہوسکتی ہے۔ ان میں بعض کو بعض پر فضیلت ہو سکتی ہے۔ ایک شخص کو کسی سبب سے اور دوسرے کو کسی اور سبب سے۔ یہ اسباب یا متقارب ہوتے ہیں یا مساوی۔

علاوہ ازیں جب کسی زمانہ میں کوئی شخص اہل زمان سے افضل ہو تو اس کا نام جامع قطب غوث رکھنا بدعت ہے۔ اس کے متعلق اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ سلف صالحین اور ائمہ میں سے کسی نے ایسی بات نہیں کی۔ سلف صالحین ہمیشہ بعض لوگوں کے متعلق حسن ظن رکھتے تھے کہ وہ افضل ہے یا اپنے زمانہ کے لوگوں سے افضل ہے تاہم مذکورہ بالا اسماء یعنی غوث قطب کا ان پر اطلاق نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ اللہ نے ان کے متعلق کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ خصوصًا ان لوگوں پر جو اس اسم کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں اور دعوی کرتے ہیں کہ سب سے پہلے قطب حسن بن علی تھے۔ پھر یونہی سلسلہ چلتا رہا حتیٰ کہ متاخرین مشائخ تک پہنچ گیا۔ مگر یہ بات اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق صحیح ہے نہ رافضیہ کے عقیدہ کے مطابق درست ہے۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور مہاجر اور انصار میں سابقون الاولون کہاں تھے بحضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے وقت حضرت حسنؓ ابھی تک سن بلوغ کو نہیں پہنچے تھے، خلفائے راشدین اور دیگر معمر مہاجر و انصار کو چھوڑ کر حضرت حسنؓ کے سر پر غوث قطب کا تاج کیسے رکھا گیا؟

اس مذہب کے بعض اکابر شیوخ بیان کرتے ہیں کہ "قطب فرد غوث جامع" ایک ایسی ہستی کا نام ہے جس کا علم اللہ کے علم کے مطابق ہوتا ہے اور جس کی قدرت اللہ کی قدرت کے برابر ہوتی ہے۔ جس بات کا اللہ کو علم ہوتا ہے اسے وہ بھی جانتا ہے اور جس امر پر اللہ تعالیٰ قادر ہوتا ہے اس پر وہ بھی قادر ہوتا ہے اور کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا صفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھیں۔ پھر جب آپؐ کی رحلت ہوئی تو اس منصب کو حضرت حسنؓ نے سنبھال لیا۔ پھر یکے بعد دیگرے اکابر شیوخ کی طرف یہ منصب منتقل ہوتا رہا حتیٰ کہ ان کے شیخ کو یہ منصب ملا۔ تو میں نے یہ واضح کر دیا ہے کہ یہ بہت بڑا کفر اور جہالت ہے مذکورہ بالا صفات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں تسلیم کرنا کفر ہے چہ جائیکہ کسی اور شخص کے متعلق یہ عقیدہ رکھا جائے[1]

[1] مزید تفصیل کے لیے فتاوی ابن تیمیہ جلد ۱۱ ملاحظہ کیجیے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ (الانعام ع)

(اے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (لوگوں کو) بتا دیجیے کہ میرے پاس اللہ کے خزانے نہیں اور نہ میں غیب کی باتیں جانتا ہوں اور نہ میں یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ فرشتہ ہوں۔

نیز ارشاد فرمایا :۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِىَ السُّوْٓءُ (الاعراف ع)

آپ بتلا دیجیے کہ میں تو اپنے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔ یہ اختیارات اللہ کے پاس ہیں۔ اگر مجھے غیب کی باتوں کا علم ہوتا تو میں نفع والی ہر چیز کو جمع کر لیتا اور مجھے کبھی تکلیف نہ آتی۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَىْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا (آل عمران ع)

وہ (منافق) کہتے ہیں اگر ہم کو کچھ ملنے والا ہوتا (یعنی فتح ہونی ہوتی) تو ہم یہاں کیوں مارے جاتے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَىْءٍ ۔ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ۔ (آل عمران ع)

وہ (منافق) کہتے ہیں کیا ہمیں کچھ ملنا ہے۔ (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجیے سب کام اللہ کے اختیار میں ہے (وہی جانتا ہے کہ تمہیں کچھ ملنا ہے یا نہیں)

نیز اللہ عزوجل کا فرمان ہے :۔

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ۔ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَىْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۔ (آل عمران ع)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تاکہ کافروں کے ایک گروہ کو کاٹ ڈالے یا ان کو ذلیل کرے وہ نامراد لوٹ جائیں (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو اس کام میں دخل دینے کا کچھ اختیار نہیں وہ ان کو توبہ نصیب کرے یا ان کو عذاب کرے کیونکہ وہ ناحق پر ہیں۔

نیز فرمایا:

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ (القصص ع)

آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے (کیونکہ ہدایت کا معاملہ اللہ کے اختیار میں ہے) وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ وہ ہدایت یافتہ لوگوں سے خوب باخبر ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی امت پر حقوق

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت پر یہ حق ہے کہ وہ آپ کی اطاعت کریں، آپ سے محبت کریں اور آپ پر کثرت سے صلوٰۃ بھیجیں نہ کہ آپ کی عبادت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں۔ جیسے فرمایا:

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (النساء ع)

جس نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تو اس نے درحقیقت اللہ کی اطاعت کی۔

نیز ہمیں حکم دیا کہ ہم ان کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں۔ جیسے فرمایا:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (آلِ عمران ع)

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (لوگوں کو) بتلا دیں کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنے کے خواہاں ہو تو میری پیروی کرو (اگر تم میری پیروی کرو گے تو) اللہ تعالیٰ تم کو اپنا محبوب بنالے گا۔

اور ہمیں اللہ کا حکم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کریں اور ان کی مدد کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب اور سنت رسول میں آپ کے کچھ حقوق ہمارے ذمے بیان کیے۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ ہم آپ سے اس قدر محبت کریں کہ ہماری اپنی جانوں اور اولادوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے بھی زیادہ محبوب ہو جائیں۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (الاحزاب ع)

مومنوں کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا یہ حال ہے کہ وہ اپنی جان سے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب سمجھتے ہیں۔

ایک اور مقام پر فرمایا :

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَاؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَمَسَاکِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (التوبہ ع)

(اے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجیے کہ اگر تمہارے باپ، بیٹے، بھائی بیویاں، خاندان اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور تجارت جس کے خسارہ سے تم ڈرتے ہو اور مکانات جو تم کو پسند ہیں، تم کو اللہ، اس کے رسول اور اس کے راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو تم اللہ کے عذاب کے منتظر رہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ[1]

مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے والد، لڑکے اور لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ میری جان کے ماسوا مجھے ہر شے سے زیادہ عزیز ہیں۔

آپ نے فرمایا اے عمرؓ ابھی تک تم مسلمان نہیں ہوئے ہو۔

---

[1] مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۲ بحوالہ صحیحین۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً یہ کہا کہ آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمرؓ! اب تم مسلمان ہوئے[1]
نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ ۔ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ كَانَ يُحِبُّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ إِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَرْجِعَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقٰى فِي النَّارِ ۔

جس شخص میں تین باتیں پائی جائیں وہ ایمان کی حلاوت اور لذت پا لیتا ہے۔
۱۔ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ عزیز سمجھتا ہے۔
۲۔ جو کسی سے صرف اللہ کی خوشنودی کی خاطر محبت کرتا ہے۔
۳۔ جو شخص اسلام لانے کے بعد کفر میں جانے کو اتنا برا تصور کرے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو برا تصور کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں کچھ اپنے حقوق بیان کیے جو کسی اور کو زیب نہیں دیتے اسی طرح اپنے رسولوں کے حقوق کی وضاحت فرمائی اور مومنوں کے ایک دوسرے پر حقوق بیان کیے۔ ہم اس کی کسی اور مقام پر تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں۔
مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (النور ع)

جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا ہے تو یہ لوگ کامیاب ہیں۔
نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۔ (التوبۃ ع)

[1] صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۸۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر وہ اللہ اور اس کے رسول کے دیے ہوئے پر راضی ہو جاتے اور کہتے کہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کافی ہیں۔ عنقریب ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دیں گے (تو ان کے لیے بہت اچھا ہوتا اور) وہ کہتے ہم تو اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

تو دینا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کا کام ہے مگر رغبت اور توجہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہونی چاہیے۔

نیز ارشاد فرمایا:۔

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (الحشر ع)

جس امر کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرمائیں اس کی پابندی کرو اور جس کام سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔

حلال وہ ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال کیا اور حرام وہ ہے جس پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرمت کی مہر لگا دی۔ مگر کفایت کرنے والا صرف اللہ ہے۔ جیسے ارشادِ خداوندی ہے:۔

وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ (التوبہ ع)

یعنی مومن یہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے اللہ ہی کافی ہے۔

یہاں پر یہ نہیں کہا کہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول دونوں کفایت کرنے والے ہیں۔

نیز ارشاد اللہ سبحانہٗ ہے:۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (الانفال)

یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لیے اور جو آپ کے پیروکار مومن ہیں ان کے لیے اللہ کافی ہے۔

اس آیت کے متعلق قطعی طور پر صحیح بات یہی ہے اس لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کلمہ ایک ہی تھا۔ وہ تھا "حسبنا اللہ و نعم الوکیل"۔ اللہ تعالیٰ ہر بات کو خوب جاننے والا ہے اور صحیح فیصلہ کرنے والا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد و علیٰ آلہ و صحبہ وسلم۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آٹھواں مسئلہ

سوال :۔ شیخ الاسلام سے سوال کیا گیا کہ جو لوگ انبیاء اور صلحاء کی قبروں کی زیارت کرتے ہیں جیسے خلیل اللہ کی قبر وغیرہ۔ پھر قبروں پر آ کر بوسہ دیتے ہیں اور وہاں قیام کرتے ہیں اور جو شخص وہاں آتا ہے اسے قبروں کے پاس لے جاتے ان قبروں کو بوسہ دینے اور وہاں پر ماتھا رگڑنے کے متعلق ترغیب دیتے ہیں اور خود بھی ایسا کام کرتے ہیں۔ کیا ان امور کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم فرمایا ہے یا نہیں؟ کیا ایسا کرنے سے کوئی اجر یا ثواب حاصل ہوتا ہے؟ کیا یہ امور اس دین کا حصہ ہیں جو اللہ نے اپنے رسول مقبول کو دے کر بھیجا تھا یا نہیں؟ اگر یہ دین کی باتیں نہیں تو جو لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ دین ہے اور دین سمجھ کر اسے کرتے ہیں کیا ان کو روکنا ضروری ہے یا نہیں؟ کیا ائمہ اربعہ میں سے کسی نے ان امور کو مستحب قرار دیا یا نہیں؟ کیا صحابہ کرام اور تابعین عظام ایسا کرتے تھے یا نہیں؟ جب اس کا انتظام کرنے والا یا اور شخص جو یہ کام کرتا ہے یا اس کا حکم دیتا ہے یا کسی وجہ سے اس پر مزدوری مقرر کرتا ہے اور خود وصول کرتا ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور وجہ ہو تو کیا حاکم وقت کو انھیں روکنے سے ثواب ہوگا یا نہیں؟ اگر یہ باز نہ آئیں تو کیا حاکم وقت ایسے شخص کو جو باز نہ آئے اس کے عہدہ سے سبکدوش کر سکتا ہے یا نہیں؟ جو لوگ ایسی کمائی کماتے ہیں کیا وہ کسب طیب ہے یا پلید؟

کیا یہ لوگ اس محنت کے مستحق ہیں یا ان سے لے کر مسلمانوں کی ضروریات پر خرچ کی جائے؟

کیا مسجد خلیل میں سماع کی خاطر جسے وہ "النوبة الخليلة" کہتے ہیں، جانا اور وہاں پر سماع کا اہتمام کرنا۔ پھر وہاں اکٹھے ہو کر فقراء وغیرہ کے ساتھ بنسری اور سیٹیاں بجانا جائز ہے یا نہیں؟

جو شخص مقام مذکور پر سیٹیاں بجاتا ہے اور بنسری بجاتا ہے اور وہ وہاں کا مؤذن ہے کیا وہ فاسق ہے یا نہیں؟

اگر وہ باز نہ آئے تو کیا حاکم وقت اسے روک سکتا ہے یا نہیں؟

اگر اسے روکنے کی ہمت نہ ہو تو کیا اس نوبت کو کسی اور مقام پر لے جا سکتے ہیں جہاں پر مکان کی تنگی کی وجہ سے رقص وغیرہ کا اہتمام نہ ہو سکے؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قبروں کو بوسہ دینا اور چھونا بدعت اور ناجائز ہے

جواب: الحمد للہ رب العالمین۔ اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ دین میں سے کسی نے انبیاء اور صلحا کی قبروں کی کسی شے کو بوسہ دینے یا چھونے کا ہرگز حکم نہیں دیا۔ حتیٰ کہ ہمارے نبی سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک اور خلیل اللہ علیہ السلام کی قبر کو بوسہ دینا اور چھونا جائز نہیں۔ بیت المقدس کے پتھر کو بوسہ دینا اور چھونا بھی ممنوع ہے۔ اسی طرح بیت اللہ شریف کے دونوں شامی ارکان کو بوسہ دینا جائز نہیں۔ ہاں البتہ ان کو چھونا جائز ہے۔ کیونکہ اس میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کی اتباع ہے اور آپؐ کی سنت ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے رکنِ یمانی کے ماسوا کسی شے کو نہیں چھوا اور حجرِ اسود کے ماسوا کسی کو بوسہ نہیں دیا۔ چنانچہ اس مسئلہ میں تمام علماء کا اتفاق ہے کہ دونوں شامی ارکان کو نہ چھوا جائے اور نہ ان کو بوسہ دیا جائے۔ رکنِ یمانی کے بوسہ میں نزاع ہے۔ اس میں تین مشہور اقوال ہیں۔

۱۔ بعض کہتے ہیں کہ اسے بوسہ دیا جائے۔

۲۔ بعض کہتے ہیں اسے ہاتھ سے چھوا جائے پھر ہاتھ کو بوسہ دیا جائے۔

۳۔ کچھ علماء کی یہ رائے ہے کہ اسے چھوا جائے مگر بوسہ نہ دیا جائے۔

یہ سب سے آخری قول اقرب الی الصحت ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوا ہے اسے بوسہ نہیں دیا۔ جب اسے ہاتھ سے چھوا ہے تو پھر ہاتھ کو بوسہ نہیں دیا۔ جو امر واجب یا مستحب نہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں کیونکہ اجر و ثواب اعمال صالحہ پر موقوف ہے اور اعمال صالحہ یا واجب ہوں گے یا مستحب۔

جب ان اجسام کی تقبیل اور استلام نہ واجب ہے نہ مستحب تو اس میں ثواب نہیں ہوگا جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ ان کی تقبیل اور استلام سے اسے اجر ملے گا اور ثواب ہوگا تو وہ جاہل ہے اور غلطی پر ہے۔ ایسا شخص اس شخص کی مانند ہے جو یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ جب انبیاء اور اولیاء کی قبروں پر سجدہ کیا جائے تو اس کا اجر و ثواب ملتا ہے اور جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ کے ماسوا ان کو پکارا جائے تو اُسکا اجر اور ثواب ملتا ہے اور جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جب ان کی تصویریں اور مجسمے بنائے جائیں تو اس کا ثواب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوگا جیسے نصاریٰ کا عقیدہ ہے۔ پھر ان تصویروں کو پکارتا ہے اور ان کے سامنے سرنگوں ہوتا ہے وغیرہ۔ یہ تمام امور از قبیل بدعات ہیں یہ نہ واجب ہیں اور نہ مستحب بلکہ یا موجب کفر ہیں اور جہالت و ضلالت ہیں۔

یہ امور اس دین کا کوئی حصہ نہیں جسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے۔ تمام علماء کا اس امر پر اتفاق ہے جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ یہ امور دین ہیں اور خود بھی اسے کرتا ہے تو اسے روکنا ضروری ہے۔ ائمہ اربعہ میں کسی نے ان امور پر مستحب ہونے کی مہر ثبت نہیں کی۔ صحابہ کرام اور تابعین میں سے بھی کسی نے ایسے امور پر استحباب کا فتویٰ نہیں دیا ہے۔

قبروں کے مجاوروں کی آمدنی

جو شخص لوگوں کو حکم دے کہ قبروں کے مجاوروں کو نذر و نیاز دی جائے یا رغبت دلائے یا ان کی اعانت کرے خواہ وہ انتظامی امور کا سربراہ کیوں نہ ہو اس کو روکنا ضروری ہے۔ حاکم وقت جب اس کو روکے گا تو اسے اس کا اجر ملے گا۔ اگر حاکم کے کہنے پر بھی باز نہ آئے تو اسے تعزیر لگائی جائے تاکہ وہ اس سے باز آئے اور اسے انتظامی امور سے الگ کر دیا جائے۔ جو شخص لوگوں کو ایسے امور کا حکم دیتا ہے جو دین کا حصہ نہیں اس کے معاملہ میں چشم پوشی اور تسامح سے ہرگز کام نہ لیا جائے۔

وہ آمدنی جو ان کو قبروں پر حاصل ہوتی ہے خبیث اور ناپاک ہے۔ یہ اس آمدنی جیسی ہے جو اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھ کر لی جاتی ہے اور اس قسم کی ہے جو بتوں کے مجاور حاصل کرتے ہیں۔ جو شرک کا حکم دیتے ہیں اور اس پر مزدوری حاصل کرتے ہیں۔ یہ تمام امور جن سے روکا گیا ہے ایسے ہیں جو شرک کا پیش خیمہ اور اس کے اسباب ہیں۔

چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا ۔ رواہ مالک فی الموطا۔

الٰہی! میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی پوجا ہونے لگے۔

نیز آپ نے ارشاد فرمایا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا وَّ صَلُّوْا عَلَيَّ حَيْثُمَا كُنْتُمْ فَإِنَّ صَلٰوتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ رواہ ابوداؤد۔

میری قبر کو عید مت بنانا (یعنی عید کی طرح ہر سال قبر پر مت آنا) اور تم جہاں کہیں ہو مجھ پر درود بھیجتے رہنا کیونکہ تمہارا درود مجھے پہنچ جاتا ہے۔

صحیحین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ۔ [1]

یہود اور نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا جو یہود و نصاریٰ کرتے تھے اس سے اپنی امت کو ڈرایا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اگر اس بات کا خدشہ نہ ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک باہر بنائی جاتی۔ لیکن آپ نے خدشہ محسوس کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری قبر سجدہ گاہ بن جائے۔

ایک صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رحلت سے پانچ روز قبل ارشاد فرمایا:

إِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ فَإِنِّيْ أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ [2]

تم سے پہلے لوگ (یہود و نصاریٰ) قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے خبردار تم قبروں کو سجدہ گاہ مت بنانا۔ میں تم کو ایسا کام کرنے سے منع کرتا ہوں۔

مسند اور صحیح ابوحاتم میں مذکور ہے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ أَحْيَاءٌ وَالَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ۔ [3]

سب سے برے لوگ وہ ہوں گے جو قیامت برپا ہونے کے وقت زندہ ہوں گے اور وہ لوگ جو قبروں کو مسجد کی حیثیت دیتے ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری جلد اول ص ۱۸۶۔ [2] صحیح بخاری صحیح مسلم [3] مسند احمد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس سلسلہ میں احادیث اور آثار کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

اس لیے صحابہ کرام حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی قبر یا کسی اور ولی اللہ کی قبر کا سفر نہیں کرتے تھے۔ انھوں نے طورِ سیناء کی زیارت کی غرض سے بھی ہرگز سفر نہیں کیا حالانکہ وہ ایک مبارک مقام ہے۔ اسی طرح وادی مقدس، جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں ذکر فرمایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہاں پر اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل کیا، کا سفر کسی صحابی نے نہیں کیا۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے آپ کی زندگی میں اور آپ کی رحلت کے بعد غارِ حرا کی زیارت کے لیے سفر نہیں کیا۔ یہ وہ غار ہے جس میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلی وحی نازل ہوئی۔ وہ مکہ معظمہ میں سوائے مشاعرِ حج کے کسی اور مقام کی زیارت کے لیے سفر نہیں کرتے تھے۔ مشاعرِ حج جیسے مسجد الحرام منیٰ، مزدلفہ اور عرفات۔ ان کی زیارت بھی صرف موسم حج میں کرتے تھے۔ حج کے موسم میں کوئی صحابی کسی نبی کی قبر کے پاس جاکر دعا کرنے کا قصد نہیں کرتا تھا۔ حتیٰ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی قبر وغیرہ پر دعا کے لیے نہیں جاتا تھا۔

اس لیے ائمہ کرام خصوصاً امام مالکؒ نے کہا ہے کہ کسی قبر پہ جاکر دعا کرنا خواہ ولی کی ہو یا نبی کی، بدعت ہے حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر آکر دعا کرنا جائز نہیں۔ بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت کا شرف حاصل کرے تو آپ پر سلام کہے اور درود پڑھے۔

چنانچہ مؤطا میں امام مالک نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت کرتے تو درود پڑھتے اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ پر بھی درود بھیجتے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ وہ یوں سلام پڑھتے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا بَكْرٍ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَتِ [1]

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر سلام ہو، اے ابوبکرؓ آپ پر سلام ہو

[1] مؤطا امام مالکؒ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اے ابا جان آپ کی خدمت میں بھی سلام عرض کرتا ہوں۔
یہ کہہ کر قبر مبارک سے واپس چلے جاتے۔

تو جو شخص خبیث اور حرام مال حاصل کرتا ہے جیسے لوگوں کو بدعت کا حکم دیتا ہے اور اس پر اجرت لیتا ہے، تو وہ اس کا مالک متصور نہیں ہوتا۔ جب یہ مال جو اس نے لوگوں سے اکٹھا کیا ہے اس کے صحیح مالک کو واپس کرنا ناممکن ہو جائے تو حاکم وقت کو چاہیے کہ اس سے وہ مال وصول کرے کیونکہ یہ مال اس کا نہیں اس نے لوگوں سے باطل طریقے پر یہ مال حاصل کیا ہے اور اللہ کے راستہ سے روکا ہے۔ اس سے لے کر مسلمانوں کی ضروریات پر خرچ کیا جائے جن کو اللہ اور اس کے رسول دوست رکھتے ہیں الغرض جو مال شیطان کی تابعداری میں خرچ کیا گیا ہے وہ لیا جائے اور اسے طاعتِ رحمان پر خرچ کیا جائے۔

نوبۃ الخلیل

رہی سماع کی بات جس کو نوبت الخلیل کے نام سے موسوم کرتے ہیں تو یہ بدعت ہے اور باطل ہے۔ اس کا کتاب وسنت سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے ایسا کوئی کام نہیں کیا۔ اسی طرح صحابہ کرام نے جب انھوں نے دور دراز ممالک کو فتح کیا تو انھوں نے قبر خلیل اللہ کے پاس آکر کچھ نہیں کیا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین میں سے کسی نے ایسا کام نہیں کیا۔ دراصل بات یہ ہے کہ یہ امور نصاریٰ کے پیدا کردہ ہیں کیونکہ انھوں نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی قبر کے حجرہ میں نقب زنی کی تھی۔ بعد ازاں اسے بند کر دیا گیا تاکہ اس میں کوئی داخل نہ ہو۔ یا پھر مسلمانوں میں طبقۂ جہال کی ایجاد کردہ ہے۔ تو کسی کے لیے یہ بات ہرگز جائز نہیں کہ وہاں پر رقص وسرود اور دیگر ایسے غیر شرعی امور کا اہتمام کرے بلکہ ایسے امور سے روکنا ضروری ہے اور جو شخص وہاں جانے پر اصرار کرے تو اگر وہ مؤذن وغیرہ ہو تو اس کی عدالت میں قدح کی جائے یعنی اگر وہ کوئی روایت بیان کرے تو اس پر اعتماد نہ کیا جائے۔

(جاری ہے)

© rasailojaraid.com